رئیس احمد جعفری

اودھ کی جنگِ آزادی

غدر کے سلسلہ میں اودھ کی بہت سی تاریخیں انگریزوں، ہندوؤں اور مسلمانوں نے لکھی ہیں۔ ان میں قیصر التواریخ خاص طور پر اہم ہے۔ یہ تاریخ سید کمال الدین حیدر حسنی الحسینی المشہدی معروف بہ سید میرزا ئرنے لکھی ہے۔ لکھنے والے میرزا ئر صاحب ہیں اور لکھوانے والے مشہور مؤرخ سر ہنری ایسٹ ہیں۔ جو گورنر جنرل ہند کے سکرٹری تھے۔ طبع واشاعت کا اہتمام سر دگبجے سنگھ راجہ بلرام پور نے کیا تھا۔ جو سرکار کمپنی بہادر اور سرکار انگریز بہادر کی وفاداری اور اپنے ملک کی غداری میں مشہور ہیں۔ چھاپنے والا نول کشور پریس ہے۔

ظاہر ہے یہ کتاب انگریزوں کے نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہے، ان کے دفاع میں لکھی گئی ہے۔ باغیوں کو، انقلاب پسندوں کو، جنگِ آزادی کے رہنماؤں کو نہایت نا ملائم اور ناشائستہ الفاظ میں یاد کیا گیا ہے۔

لیکن اسے کیا کیا جائے کہ لکھنے والا مسلمان بھی ہے، انسان بھی ہے، ہندوستانی بھی ہے، لہٰذا انگریزوں کی دل و جان سے تائید و حمایت کے باوجود ایسے واقعات بھی لکھنے پر مجبور ہو گیا ہے جو ناقابلِ فراموش ہیں۔ یہ واقعات مشتمل ہیں ہندوؤں کی مسلمان بادشاہ سے وفاداری پر، ایک مشترک مقصد کے لئے ہندو مسلم اتحاد پر، جنگِ آزادی میں حصہ لینے والوں کی جرأت، بہادری، جاں نثاری اور جاں بازی پر، ہندوستانیوں اور انگریزوں کے ظلم و ستم پر، اودھ پر دوبارہ قبضہ و تسلّط کے بعد انگریزوں کی خوں آشامی، بربریت اور درندگی پر، امیروں اور رئیسوں، شریفوں اور نجیبوں کی بدحالی، آشفتہ روزگاری اور تباہی و بربادی پر۔

کتاب خاصی طویل و ضخیم ہے۔ میں نے ترتیب کے ساتھ چند ناقابلِ فراموش واقعات چن لئے ہیں۔ جو ذیل میں درج کرتا ہوں:

راجہ جوالا پرشاد کی وفاداری

واجد علی شاہ لکھنؤ سے روانہ ہوتے ہیں:

مدبّر الدولہ راجہ جوالا پرشاد بہ ضعف قویٰ و سنّ پیری کان پور تک ساتھ گئے۔ لیکن بادشاہ نے کمال عطوفت و رحم سے بواسطہ مصلح السلطان فرمایا، تم تکلیف سفر نہ کرو، حسام الدولہ کے پاس حاضر ہو۔

(قیصر التواریخ ج ۲۔ ص ۱۶۲)

مہاراجہ بنارس کا اخلاص قبل از روانگی بکمال لطف و اخلاق عرضداشت مہاراجہ ایشری پرشاد نرائن سنگھ بہادر مہاراجہ بنارس نظرِ اقدس سے گزری کہ فدوی خیر طلب موروثی ہے، اور ممنون قدیم اس خاندان عالی شان کا ہے، اُمیدوار مرحمت خسروانی ہے کہ حضور بنارس میں املاک خیر اندیش میں رونق افروز ہوں ؎ شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

ہاتھیوں کے آنسو واجد علی شاہ کے کلکتہ جانے کے بعد اکثر ہاتھیوں کو وقتِ نیلام سر پر خاک اُڑاتے، آنسو آنکھوں سے بہتے دیکھا۔ اکثر صاحبوں کو شبہ آشوب چشم ہوا۔ فیلبان نے کہا ہم تیس برس سے نوکر ہیں یہ مثل ہمارے خاک اُڑاتے اور روتے ہیں۔

کتب خانہ پھکوادیا میجر کارنیگی نے ایک دن سارا کتب خانہ جو فرح بخش کی الماریوں میں بترتیب تھا باہر نکلوا کر پھکوا دیا۔

بے بسی ایک دن حکام نے چاہا کہ درگاہ حضرت عباس میں جو اسباب سونے چاندی کا ہے اسے بھی ضبط کرلیں۔ مفتاح الدولہ نے عرض کیا، تصرف مال وقف جائز نہیں، مگر از راہِ حکومت اختیار ہے۔ (ص ۱۸۷)

پھانسی پہلے دن شام کو صوبہ دار اور شیخ کو مچھی بھون سے باہر لائے۔ دروازے کے جلوخانہ میں پھانسی دی۔ ایک حلقہ برقنداز، دوسرا گوروں کا حلقہ محیط چوب پھانسی ہوتا تھا۔ دوسرے دن عوض بیگ، آغا مرزا، اور کئی تلنگوں کو پھانسی دی۔ عوض بیگ نے کہا میں عیسائی ہوتا ہوں، مجھے پھانسی نہ دو۔ وہ اپنی سزائے اعمال کو پہنچا۔ غرض چودہ آدمی پھانسی دئے گئے۔

لارنس کو میموں کی صلواتیں اکثر میم مجروح نیم جان چھکڑوں پر سوار بھوکی پیاسی اس شدت گرما میں لکھنؤ پہونچ جاتی تھیں۔ لیکن زبانِ طعن خوب لارنس صاحب پر کھولتی تھیں۔ (ص ۲۰۲)

وہ معصوم انگریز بچہ کپتان اینڈرسن صاحب نے اپنے رسالہ "محاصرۂ لکھنؤ" میں لکھا ہے۔ ایک صاحب کا لڑکا چار برس کا حالتِ اضطرار میں معلوم نہیں کس طرح اپنے ماں باپ سے چھٹ کر ایک بنگلے میں رہ گیا۔ دو دن اور دو رات ہر کمرہ میں گھبرا کر جاتا تھا، کبھی ماما کبھی پاپا کہہ کر چلاتا تھا۔ جب طاقت نہ رہی غش کھا کر ایک کمرہ میں گر پڑا۔ اتفاقاً تیسرے دن ایک نامراد ازلی لوٹ کر داخل ہوا۔ جب نظر اس پر پڑی جل بھن گیا۔ ایک کندہ بندوق اس کے سر پر مارا، جاں بحق ہوگیا۔ (ص ۲۰۱)

انگریز عورتوں کی درگت بیبیوں (میموں) کی یہ نوبت پہنچی کہ بھوکی پیاسی پابرہنہ کپڑے پھٹے ہوئے گرد آلودہ بعض مجروح گودی میں بچے لئے جس طرف جا چلیں۔ جہاں آدمی دیکھا خوف جان سے راہ جنگل کی لی۔ صاحبان عالی شان کا یہی حال تھا۔ اگر کسی گاؤں میں بیبیاں اس خراب حالت سے پہنچیں زمیندار نے

رحم کھا کر رات کو اپنے گھر مہمان کیا جو ما حضر تھا، حاضر کیا۔ صبح کو ایک چھکڑے پر سوار کر کے لکھنؤ پہنچایا۔ (ص ۲۰۱)

کمشنر خیر آباد کی ہلاکت

آسٹن صاحب کمشنر خیر آباد کا بنگلہ کنارِ دریا تھا مع میم صاحبہ گھوڑوں پر سوار ہو کر لکھنؤ چلے پیچھے سے تلنگوں نے بندوق ماری زمین پر گر پڑے۔ میم صاحبہ دوڑ کر صاحب کی نعش سے لپٹ گئیں، دفعتہً ان پر بھی گولی پڑی، اپنے خاوند سے جا ملیں۔ (ص ۲۰۲)

انگریزوں کی بدحواسی

(شاہجہان پور) ڈو صاحب رات کو ایک زمیندار کے مہمان ہوئے پانی پیا اور روٹی کھائی کہنے لگے تین میم ہم سے چھٹ کر تمہارے گاؤں میں آئی ہیں تلاش کرو۔ چوکیدار ان کو ڈھونڈھ کر ایک دھوبی کے گھر سے لے آیا۔ لیکن اس عرصہ میں صاحب گھبرا کر لکھنؤ کو چلے گئے۔ بیبیاں چوکیدار کے ساتھ بہزار خرابی لکھنؤ پہنچیں۔ (ص ۲۰۲)

جاں نثار بیوی

ایک دن کمشنر صاحب (فیض آباد) اور حکام مع صاحبانِ فوج و میم صاحبات چھاؤنی گئے افسران ہندوستانی سے فرمایا ہم موجود ہیں مار ڈالو یا نکال دو۔ سب افسران راضی ہوئے۔ کشتیوں پر سوار ہو کر چلے۔ یہ خبر سپاہ باغی نے سنی تلنگے دوڑ پڑے، کمشنر خود طمنچہ مار کر دریا میں کود پڑے، مر گئے، ان کا سگِ باوفا بھی دریا میں کود پڑا مر گیا۔ واہ ری وفاداری میم صاحبہ بھی ڈوب کر مر گئیں۔ باقی اور صاحبوں سے مقابلہ ہوا مارے گئے۔ (ص ۲۰۳)

پاسِ وفا

سلطان پور ۱۵ رسالے میں کرنل فشر صاحب تھے برکات احمد رسالدار نے صاحب کے عرض کیا، جہاں آپ فرمائیں ہم آپ کو بسلامت پہنچا دیں، پھر ہم سے کچھ نہ ہو سکے گا، نمک حرام ہو جائیں گے۔

(ص ۲۰۳)

چھاؤنی میں آگ لگادی

ایک آیا چھوٹے لڑکے کو گود میں لئے جاتی تھی۔ ایک نامراد سوار نے گود سے گرا کر برچھی کی انی سے چبھو چبھو کر مار ڈالا۔ پھر چھاؤنی میں آگ لگادی۔ (ص ۲۰۴)

صلۂ وفا

کاظم علی خاں کنبوہ تحصیلدار بھاگ کر ملیح آباد چلے گئے۔ اپنی حکمت عملی سے آپ بھی بچے کپتان ڈیسٹن صاحب کو بھی بچایا، خزانۂ سرکاری گاؤں میں پہونچایا۔ فی الحقیقت بڑا کام خیر خواہی کا کیا۔ لیکن بعد رفع ہنگامۂ فساد کے ان کو پنشن بھی نہ ملی۔ (ص ۲۰۵)

بھگوڑا کپتان

رمضان خاں نے کپتان ہیز صاحب سے مخاطب ہو کر شکایت گالی دینے کی کر کے تلوار ماری۔ باقی سوار کپتان گال سے کہنے لگے ہم نے آپ کا نمک کھایا ہے آپ بسلامت چلے جائیے کپتان لڑائی سے منہ پھیر کر سیدھے لکھنؤ آئے، موردِ طعن و تشنیع ہوئے، اکثر اپنے حال پر رویا کرتے تھے۔

(ص ۲۰۵)

گورے بھاگنا بھی جانتے تھے صاحبان عالی شان نے گھونگھٹ کھایا۔ چاہا اسماعیل گنج میں پناہ لیں۔ وہاں نہ جا سکے۔ فوج باغی نے گنج کو اپنی پشت پر لیا، دہنے بائیں سے توپ بندوق چلنے لگی لوہے کے پل تک بڑا کھیت رہا۔ لاش پر لاش گرنے لگی۔ کپتان اینڈرسن لکھتے ہیں ۱۱ گورے جان سے مارے گئے صاحبان عالی شان بگٹٹ گھوڑے پھینکتے دفعتہً بیلی گارد میں ہو رہے۔ پھر کسی نے پیچھے پھر کر نہ دیکھا۔ (ص ۲۱۳)

کپڑا تک نہ چھوڑا جب عملداری سرکار آئی، کارنگی صاحب آئے جتنا مملوکہ نواب عظمت الدولہ تھا سب لے کر چلے گئے، تقریباً ۲ لاکھ روپیہ کا سامان تھا۔ موصوف اس وقت لنگی باندھے بیٹھے تھے، کپڑا تک نہ چھوڑا۔ (ص ۲۱۹)

لارنس کی ہلاکت جنرل لارنس چیف کمشنر ریزیڈنسی میں مصروف تحریر تھے کہ دفعتہً ایک گولہ دونوں پاؤں پر سے ہو کر گوشت اعصاب لیتا چلا گیا۔ اس صدمہ ناگہانی سے ۱۱ جولائی ۱۸۵۷ء کو صاحب نے انتقال کیا۔ وقت آخر گبنش صاحب کو اپنا قائم مقام کیا۔ بعد ہفتہ عشرہ آمنی صاحب جوڈیشل کمشنر ایک صبح کو مورچے دیکھتے پھرتے تھے ناگاہ ایک گولی قضا کی آئی مر گئے۔ محصورین بیلی گارد کو حالتِ یاس ہو گئی۔ میجر بنگ نے چیف کمشنری گبنس صاحب کو قبول نہ کیا کس واسطے کہ وقت محاربہ صاحب فوج سزاوار عہدۂ جلیلہ ہوتا ہے۔ (ص ۲۳۱)

انگریزوں کے ہندوستانی جاسوس ہر روز گوئندے بیلی گارد کے پکڑے جاتے تھے۔ اگرچہ تبدیل لباس و نئی صورت سے ہوتے تھے، اور انگریزی چٹھی نئے ڈھنگ سے چھپا کر اپنے پاس رکھتے تھے۔ (ص ۲۳۹)

بابو پورن چند۔ نواب شرف الدولہ نے بابو پورن چند سے عرضداشت (بہادر شاہ کو) لکھوائی۔ (ص ۲۴۰)

پہلے نقدی لی پھر پھانسی دی شکست رانا راؤ ۱۵ جولائی ۱۸۵۷ء کو آئی۔ ۱۶ کو صاحبانِ عالی شان نے بندوبست شہر کانپور کا کیا۔ جسے پایا بے تحقیق روبکاری بے تکلف پھانسی دے دیا۔ کئی ہزار کی نوبت پھانسی تک پہنچی۔ اکثر اپنے تئیں بے قصور جان کر رہ گئے، نہ بھاگے۔ ہزاروں گرفتار ہو کر پھانسی دئے گئے۔ ازانجملہ اعظم علی خاں کو بالاتفاق لوگ بے قصور کہتے ہیں۔ (انگریزوں نے) پہلے بآشتی جو کچھ لینا تھا نقد و جنس لے لیا۔ بعد اس کے پھانسی دی۔ اب سرکار نے ازراہِ عدالت دو ایک گاؤں جوان کے عیال کے نام تھے دئے کہ اپنی بسر اوقات کریں۔ (ص ۲۵۰)

فتحپور کا صفایا فتح پور میں پھانسی سرعام ہوئی۔ وہاں کی رعایا اور ناعاقبت اندیشوں نے اپنی اجل آپ بلائی۔ چودھری جسا سنگھ کے لڑکے بھی مارے گئے۔ (ص ۲۵۰)

الہ آباد میں سات ہزار کو پھانسی۔ الہ آباد میں سب سے زیادہ پھانسی دی گئی۔ کہ ایک مولوی نے محمدی جھنڈا

اُٹھا کے تمام رعایا کو باغی بنا دیا۔ جہاد پر کمر باندھ کر مقابلہ کیا۔ مثل مشہور ہے کمزور مار کھانے کی نشانی، نہ سمجھے ہم مقابلہ سرکار سے کرتے ہیں۔ آخر فوج نے ان سب کا ستیا ناس کر دیا۔ گرد شہر کے آگ لگا دی۔ بعد تسلط سات ہزار کو پھانسی دی۔ یعنی اولوالعزم اپنی حماقت سے لکھنؤ کمک لینے چلے مگر قضا نے انہیں جانے نہ دیا کہ میں حضور تمہارے پاس حاضر ہوں۔ اتنی دور کاہے کو تکلیفِ راہ اُٹھا کر آئیے؟ (ص ۲۵۱)

کانپور میں ہزاروں کو پھانسی

کان پور میں تین ہزار نے پھانسی پائی۔ ہزاروں بھاگے۔ ازاں جملہ ایک سقہ رہنے والا لکھنؤ کا ایک شخص کے گھر میں چھپ رہا۔ بعد کئی دن کے صاحب خانہ نے کہا تم میرے گھر سے چلے جاؤ۔ ایسا نہ ہو کوئی گویندہ خبر کر دے۔ یہ سقہ مضطرب ہو کر نواب گنج کی سڑک پر چلا جاتا تھا۔ اتفاقاً ایک صاحب (انگریز) نواب گنج سے آتا تھا، پوچھا کون ہے؟ کہاں جاتا ہے؟ کہا لکھنؤ میں میاں احمد علی کی سبیل پر نوکر تھا۔ فرخ آباد میں میرا بھائی ہے اسے دیکھنے جاتا ہوں۔ کہا تو جھوٹ کہتا ہے۔ رانا (نانا) کا نوکر تھا ہر چند اس نے عذر کیا (مگر انگریز نے اسے) گوروں کے پہرے میں دیا، کہا تیری قوم مسلمان نے ہمارے میم بچوں کو مار ڈالا ہے۔ اس نے کہا میں نے تو نہیں مارا۔ کہا ہم تمہاری سب قوم کو پھانسی دینگے ایک کو بھی نہ چھوڑیں گے۔ اگر تیرے خدا میں کچھ طاقت ہوگی ہماری قید سے چھڑائے گا۔ اس نے کہا اب میرا آسرا اور بھروسہ خدا ہی ہے۔ غرض اس کی مشکیں باندھ نیچے درخت کے بٹھا دیا۔ کھانا پانی کچھ نہ دیا۔ تیسرے دن مینہ شدت سے برسنے لگا۔ کل کوچ کا ہوا جتنے گورے سکھ تھے متوجہ تیاری سفر ہوئے۔ اس وقت سقہ نے منہ اپنا آسمان کی طرف اُٹھایا۔ اس کے ہاتھ کی رسی ڈھیلی ہو کر گر پڑی۔ یہ برہنہ از خرابی شیشم کے درخت پر چڑھ کر ایک ٹہنے سے لپٹ کر بیٹھ گیا۔ جب گورے آ کر ڈھونڈنے لگے نہ ملا مایوس ہو کر چلے گئے۔ (ص ۲۵۱)

دغا

کانپور سے جب فوج بھاگ کر آئی تو ممو خاں کو بتایا گیا۔ جتنی فوج کانپور سے بھاگ آئی ہے اس میں دغا ہے انگریز نے اس میں اپنی فوج ملا دی ہے، کہ تم پہلے بھاگنا فوج از خود بھاگ جائے گی۔ (ص ۲۵۶)

بہادر صوبہ سنگھ

صوبہ سنگھ کی پلٹن خوب لڑی۔ (انگریزوں کے) اس معرکہ میں ہزار سے زیادہ آدمی مارے گئے۔ (ص ۲۶۰)

راجہ مان سنگھ کی بہادری

مان سنگھ نے لڑائی میں ایک معرکہ سر کیا تو جناب عالیہ نے راجہ مان سنگھ بہادر کو اس جان فشانی و جان نثاری پر خطاب فرزندی دیا۔ خلعت، دوشالہ، رومال اور ملبوس خاص اپنا دوپٹہ عنایت کیا۔ ان کی بہادری کی بہت تعریف کی۔ اور فرمایا بعد فتح بہت روپیہ جاگیر دے کر خوش کروں گی۔ اُنہوں نے عرض کیا، میں قدیم نمک خوار اس سرکار کا ہوں، میں بھی چاہتا ہوں کہ رو بہ روئے حضور تصدق ہو جاؤں اور حقِ نمک سے ادا ہوں۔ (ص ۲۶۷)

دادِ مردانگی دیکر مارے گئے میر نجف علی خاں داروغہ توپ خانہ، مرزا امام علی بیگ صوبہ دار توپ خانہ اپنے اسلحۂ حرب سے مستعد کھڑے تھے کہ دفعتہً سامنے سے بزن گوروں کا نمودار ہؤا۔ گورے مثل عقاب جھپٹ پڑے، مثل بادصرصر آپہنچے۔ گولہ انداز سب بھاگ گئے۔ مگر یہ دونوں افسر اپنی تھوڑی سے نہ ہٹے۔ داد مردانگی دے کر مارے گئے۔ (ص ۲۶۸)

سب مارے گئے انگریزوں کے داخلۂ لکھنؤ کے وقت غلام حسین کی مسجد پر نبی بخش خاں سگے بھائی ہادی حسن خاں زمیندار بھٹوا مٹوا اپنے جان نثار سرفروشوں کے ساتھ وہاں تھے۔ مقابلہ ہؤا خوب تلوار چلی۔ خونِ ناحق مدار کے گھر میں بہا۔ آخر میں لڑ بھڑ کر سب مارے گئے۔ ایک نام کر دیا۔ اس معرکہ میں پانچ سواد ہر کے مارے گئے، سو اُدہر کے۔ (ص ۲۶۸)

رعایا نے ڈھیلے مارے جب گورے برف خانہ کے پُل کے قریب دوراہے حبیب گنج پر پہنچے۔ جنرل روٹرم بہ رہبری پورن داروغہ چلے آئے۔ دونوں نے مل کر قندھاری بازار کی راہ لی۔ برف خانہ کو آگ لگادی۔ راہ میں جو سامنے آیا شکار کیا۔ رعایا نے ڈھیلے پتھر مارے۔ گوروں نے آگ لگائی۔ چھاؤنی کو جلادیا۔

راجہ مان سنگھ سے جب راہ میں مقابلہ ہؤا خوب لڑے۔ ملکہ کے خاص برداروں نے کوٹھوں پر چڑھ کر خوب مینہ گولیوں کا برسایا۔ (ص ۲۶۹)

ڈھاڑی کا بہادر لڑکا انگریز فوج جب لکھنؤ میں داخل ہوئی بشیرالدولہ کے دروازے پر ایک ڈھاڑی کا لڑکا خدا بخش نام اور ایک سپاہی نوملازم اور ایک خلاصی نے مل کر توپ مارنی شروع کی۔ جو گورا چوپڑ کے اصطبل سے آتا تھا اسے نشانہ کرتے تھے۔ یہاں تک گراب مارے کہ گوروں کو آنے نہ دیا۔ (ص ۲۶۹)

پانچ سو بہادر۔ پانچ سو نجیبوں نے بڑی جرأت سے مقابلہ کیا۔ وہ مارے گئے۔ (ص ۲۶۹)

ایک لڑکے نے گوروں کو بھگادیا ایک لڑکا جوان سید زادہ فقط اپنی تھوڑی سے توپ کے تخت کے نیچے چھپ گیا۔ جب گورے سامنے آئے اس لڑکے نے توپ کو داغا۔ کئی گورے آپڑے۔ باقی اُلٹے موتی محل کو پھر گئے۔ (ص ۲۷۱)

دو سو بہادر کٹ گئے قریب مکان عظیم اللہ خاں کپتان بارلو کی پلٹن کا مقابلہ ہؤا خوب لڑائی ہوئی۔ دو سو تلنگے پچاس گورے مارے گئے۔ (ص ۲۷۱)

اوٹرم پہلی گارد میں جنرل اوٹرم داخل پہلی گارد ہؤا۔ تقریباً دس ہزار بدمعاش دریا میں ڈوب کر مرگیا۔ بیس ہزار سوار و پیدل رعایا نے شہر سے بھاگ کر دس کوس پر دم لیا۔ (ص ۲۷۲)

حقِ نمک سے ادا ہوئے۔ گورے مرزا سکندر حشمت کی ڈیوڑھی پر آئے۔ سپاہیوں نے پھاٹک بند کرلیا۔ طرفین

سے گولی چلنے لگی۔ صاحب میر داروغہ، مرتضیٰ خاں، میر صفدر علی، میر نواب مخدوم بخش تمندار وغیرہ یہ سب مارے گئے، حقِ نمک سے ادا ہوئے۔ (ص ۲۷۳)

احمد اللہ شاہ کے بارے میں انکشاف

۲۲ ستمبر ۱۸۵۸ء شاہ جی کو خبر ہوئی، گورے پہلی گارد میں چلے گئے۔ خود یکہ و تنہا اٹھا، کہا میں اکیلا دھاوا کروں گا۔ یہ کہکر موتی محل میں گیا۔ ایک مردہ گورے کا سر کاٹ لیا۔ جب فوج نے سنا شاہ صاحب نے اکیلے دھاوا کیا ہے پیچھے سے پہنچی۔ شاہ جی کے ہاتھ میں سر تھا۔ لاف زنی کرنے لگا۔ فوج میں شاہ جی کی کرامات کا ہونے لگا، تلنگے مثلِ چہار دیوڈنڈوت کرنے لگے۔ سوار اپنا خلیفۂ ایمانی جاننے لگے۔ شاہ جی نے جوش و خروش میں یہ شعر پڑھا:

چوں شود در عہدِ ایناں جور و بدعت را رواج
شاہِ غربی بہرِ قتلش خوش عنان پیدا شود
درمیان این و آں گردد بسے جنگِ عظیم
قوم عیسیٰ را شکستِ بے گماں پیدا شود

وہ شاہ غربی میں ہوں۔ میرا کوئی ہمسر نہیں برجیس قدر کیا ہے۔ شاہِ دلی میرے رتبہ سے کم ہے۔ جس کو حکم اللہ ہے۔ میرے ہاتھ پر فرقۂ نصاریٰ تباہ ہوگا۔ میں ظل اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض ہوں۔ پھر چوبدار کو حکم دیا، ممو خاں کے پاس جاؤ، کہ اب آنکھیں کھول کر ہوش میں آؤ۔ اگر تم چاہتے ہو سر گوروں کے بوٹ سے بچے اور بیلی گارد ہاتھ آجائے۔ چار توپیں اسپی پانچ ہزار روپیہ نقد دعوتِ فقرا بھیج دو۔ برجیس قدر میری اطاعت کرے۔ بیگم میری بیعت کرے۔ چوبدار نے ممو خاں سے کہا۔ شدہ شدہ یہ خبر جناب عالیہ تک پہنچی، انہوں نے مفتاح الدولہ، شرف الدولہ ممو خاں میر واجد علی کو بلایا سب نے کہا شاہ جی کوئی امام نہیں، یہ سب باتیں کفر و الحاد کی ہیں۔ (ص ۲۷۷۔۲۷۸)

کمانڈر انچیف زخمی ہوئے

گوروں نے سکندر باغ لینے کا ارادہ کیا۔ خورشید منزل سے گولے اور گولی کی مار پڑنے لگی گوروں نے بہادری سے سکندر باغ کو گھیر لیا، تلنگے گھر گئے۔ بڑا کھیت پڑا۔ ۲۲ افسر ہندوستانی جان سے مارے گئے۔ ۳۴۵ زخمی و نیم جان ہوئے۔ ۱۶ نومبر ۱۸۵۷ء سے ۲۸ تک ۱۰ افسران مرے۔ ۳۴ زخمی ہوئے۔ کمانڈر انچیف بھی زخمی ہوئے، اور جنرل ٹیل صاحب کے بھی گولی لگی۔ (ص ۲۸۵)

غیر ملکیوں کے ملکی جاسوس

کولکنڈے سے انگریز ماہر روز پکڑے جاتے تھے۔ زر نقد، روپیہ، اشرفی ان کے پاس ہوتا تھا۔ اکثر کو تلنگے جھنجلا کر گولی مار دیتے تھے۔ (ص ۲۸۸)

غدار تعلقدار

مہاراج بال کرشن نے نظر بہ خیر خواہی سرکار انگریزی تعلقداروں کو رخصت کروا دیا، اس حیلے سے کہ اگر یہ لوگ اپنے علاقے پر نہ جائیں گے زر تحصیل کیونکر ہوگا؟ (ص ۳۱۵)

مثل عقاب... ایک شہسوار نے پرے سے نکل کر سواروں سے کہا تم میں سے کون ایسا ہے جو اس پار جا کر صاحب کا سر لائے؟ سب چپ ہو رہے۔ اس نے پکار کر کلمۂ شہادت پڑھ زیر بند گھوڑے کا کاٹ دریا سے مثل عقاب صاحب کے سر پر پہنچکر پہلے گولی گھوڑے کو ماری۔ صاحب نے دونالی بندوق سر کی۔ اس نے طمنچہ مارا۔ صاحب گر پڑے۔ (ص ۳۳۱)

خون کی نہر گورے باغ پر پہنچے۔ کلہاڑوں سے پھاٹک توڑ داخل باغ ہوئے۔ چاندی کی بارہ دری کے صحن میں نشان فتح گاڑ دیا۔ افسر بارہ دری میں کرسی پر بیٹھے۔ بڑی دھوم مچائی۔ ہزارہا ملازم نمک حرام ہو کر مل گئے۔ خان علی خاں اسی وقت داخل ہو گئے۔ برتاکہ ور علی شاہ بر کسی گو یندے کے بہکانے سے تھوڑی دیر تک رک رہے تھے۔ بہرحال گوروں سے باغ میں خوب گھمسان ہوا۔ ہر روش چمن پر نہر خون جاری تھی۔ اس طرف لاش کا انبار تھا۔ گورے سمٹ کر سنگس بارہ دری میں ہو رہے۔ پیچھے سے جنگ بہادر کی فوج نے آکر باڑھ ماری۔ بسلڑوں گر پڑے۔ خان بھی زخمی ہوئے۔ (ص ۳۳۲)

وفادار اب بھی وفادار تھے انگریزوں نے لکھنؤ فتح کر لیا۔ حضرت محل لکھنؤ سے باہر نکلیں اور بعد اس کے راجہ نواب علی خاں کے گھر میں مہمان ہوئیں پھر بھٹولی راجہ منوا کی گڑھی میں رہیں۔ وہاں وکیل راجہ ہردت سنگھ حاضر ہوا۔ عرض کی ہم آپ کے شریک و فرماں بردار ہیں۔ پھر وہاں سے وکیل کے ساتھ داخل بونڈی ہوئیں۔ اور متوجہ انتظام ممالک محروسہ اور حکمرانی ہوئیں۔ چند روز میں جتنے لکھنؤ سے بھاگے تھے اندرونی و بیرونی مع سپاہ جنگی جمع ہو گئے۔ اور ملازمین قدیم و جدید وغیرہ آپہونچے اور جتنے اہل حرفہ اور اہل بازار تھے مع اجناس تو دجمع ہوئے۔ مثل لکھنؤ چوک آباد ہو گیا۔ اس کے سوا زمینداروں اور تعلقہ داروں نے بے طلب زر تحصیل بھیجنا شروع کیا۔ اس زر تحصیل کی عدم رسی پر کیا لڑائی اکثر ہا کرتی تھی۔ اس امر پر لب کو استعجاب تھا کہ ایسے وقت اضطرار و مایوسی و قطع امید میں اس طرح آمدنی ملک کا بے منت پہونچنا، غرض اس مدت قیام میں جتنا سامان امارت شاہی تھا اور اسباب لوازمۂ ریاست سب طرح کا موجود ہو گیا۔ بلکہ اکثر ان کے پاس جو اسباب سلطانی کسی طرح سے ہاتھ آگیا تھا انہوں نے بے مطلب سرکار میں دے دیا۔ ہر شخص اپنے واسطے اس انبوہ کو صورتِ عافیت سمجھتا تھا، اور پچھلی مصیبتیں جو لکھنؤ یا میانِ راہ ہر طرح سے پائی تھیں دل سے بھلا دی تھیں اور بازار مثل چوک لکھنؤ ہو گیا تھا۔ (ص ۳۳۸)

ہندو اور مسلمان دوش بدوش رجب علی مادھو بخش نظامت بیسواڑے میں مستعد و سرگرم قتال و جدال رہے بسلون میں شیخ فضل عظیم خاں، میر مہدی حسن خاں نظامت سلطان پور میں، مقرب الدولہ میر محمد حسن خاں نظامت گورکھپور میں، اور ممتاز الملک خان علی خاں قسمت خیر آباد میں، مولوی محمد خاں سندیلہ میں،

اس شرط پر گئے تھے کہ یا فتح کروں گا یا مارا جاؤں گا۔ چنانچہ اس معرکہ سے مُنہ نہ پھیرا۔ پانچ ہزار مرنے والے سرذوشان ساتھ تھے، دادِ مردانگی دے کر خوب لڑ بھڑ کر نام کر گئے۔ کونیا صاحب اسی معرکہ میں زخمی ہوئے۔ یوسف خاں بھائی مومن خاں سپہ سالار فوج ہوکر گئے۔ نواب گنج میں فوج انگریزی سے مقابلہ ہوا۔ راجہ بلبھدر سنگھ بڑے نام و نمود سے اس لڑائی میں مارا گیا۔ (ص ۳۳۸-۳۹)

وفادار زمیندار

نظامت بہرائچ میں کاظم حسین خاں، تجمل حسین خاں زمیندار بھٹوامئو، راجہ دیبی بخش گونڈے میں، گلاب سنگھ راجہ بروا، دربجے سنگھ راجہ چھونا، زینت سنگھ راجہ رھیہ، رانا بادھو بخش بہادر، چودہری مصاحب علی، اننتدی کورمی، جوت سنگھ راجہ چرروا، یہ سب ہر جگہ لڑتے رہے۔ جب تاب مقابلہ نہ لاسکے بونڈیا میں جمع ہوئے۔ پس اگر انصاف سے دیکھئے زمینداروں کی بساط کیا اور مقابلہ کس کی فوج سے ہوا؟ (ص ۳۳۹)

حضرت محل نیپال میں

کمانڈر انچیف جنرل کلانڈ بہادر فوجِ قاہرہ لے کر بہرائچ سے بونڈی پہنچے۔ فوج جنگی مع زمیندار و تعلقہ دار خوب لڑی۔ جب فوج انگریزی نے دھاوا کیا نہ ٹھہر سکی۔ مدد نیپال جنگل میں متفرق ہوگئی۔ جنگ بہادر نے جا بجا گھاٹیوں پر پہرے بٹھا دیے تھے مگر اس قافلہ مورد ملخ کو نہ روک سکے۔ اس وقت جناب عالیہ کوہ بٹول پر جہاں نواب آصف الدولہ کی بارہ دری اب تک بنی ہوئی ہے مقیم ہیں۔ جنگ بہادر کا خط کپتان نرغبن مانجھی کی معرفت آیا کہ انگریزوں سے صلح کیجئے۔ یہاں رہنا اچھا نہیں ہم سے توقع کسی امداد و اعانت کی نہ رکھیے۔ (ص ۳۴۰)

لرزہ خیز مظالم

انگریزوں کے لکھنؤ میں داخلہ کے وقت کوچہ بہ کوچہ قیامت برپا تھی۔ عورات پردہ نشین یہاں ہجوم ہوائے عام اس طرف سے بم کا گولہ برس رہا تھا۔ گوروں نے جو سامنے آیا جسے پایا مارا۔ عورات صاحب غیرت اور لڑکیاں بن بیاہی گوروں کی صورت دیکھتے ہی گر کر مر گئیں۔ (ص ۳۴۶)

مہاجان عالی شان بہ فتح و کامرانی (داخل لکھنؤ ہوئے) ۱۵ دن تک شہر برابر لٹا۔ سوائے تالی دروازہ کے جہاں مہاجن رہتے تھے اور سعادت گنج بھی بچا۔ شاید کوئی صورت عافیت مہاجنوں نے نکالی ہو سکے۔ نیپالی اور گوروں سے کوئی جگہ نہ بچی تھی۔ (ص ۳۴۶)

درگاہ حضرت عباس میں کئی سو عورات پردہ نشین جا کر چھپی تھیں گوروں کے ہاتھ سے بہت آبروریزی ہوئی۔ درگاہ کا سب لٹا علم سونے کے ایک مہاجن نے گوں کے ہاتھ سے دو روپیہ تولہ خریدے اور اسباب بھی اسی طرح بکا۔ (ص ۳۴۶)

بادشاہ باغ جو راجہ بختاور سنگھ کے اہتمام میں ۲۵ لاکھ میں تیار ہوا تھا ۲۵ ہزار میں راجہ کپور تھلہ نے مول لے لیا۔ دل آرام کی کوٹھی بھی خریدی۔ قیصر باغ تعلقداروں کو تقسیم ہوا۔ چو لکھی جو حضرت سلطان عالم نے اعظم الدولہ سے چار لاکھ کو لی تھی نیلام ہوئی، ۱۲ ہزار کو گئی۔ (ص ۳۵۳)